قبل از اسلام جزیرہ نما عرب میں مستعمل ابلاغی ذرائع

عصمت آراء*

ABSTRACT:

The ignorance of Arabs didn't mean that each and every aspect of life was on decline. Despite of various complexities and amalgamation of nonsense in their culture and civilization, the standard of culture and civilization was noteworthy. The absence of the reading and writing sources didn't mean that they were unaware of their history, culture and literature. The acquisition and propagation of language and literature and the nature of educational resources for national training in Arabian Peninsula is an important topic of research. The present article investigated the nature of communication sources in dark ages of Arabian World. The educational system of this time is also discussed in the article so that with the help of historical sources intellectual level and media of communication of ignorant period can be sketched out.

جزیرہ نما عرب کا نام آتے ہی صحرانشینوں کی اس مقدس سرزمین کا خیال آتا ہے جہاں کعبۃ اللہ اپنی پوری شان و شوکت سے موجود ہے اور جس سرزمین میں نبوت کا آخری باب محوِ استراحت ہے۔عرب عہد قدیم سے یہ لفظ جزیرہ نما عرب اور اس میں بسنے والی قوموں کے لئے بولا جاتا ہے (۱)۔تاہم عرب کے ایک معنیٰ فصاحت اور زبان آوری کے ہیں اور چوں کہ اہل عرب اپنی زبان آوری کے سامنے دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے اس لئے وہ اپنے آپ کو "عرب" اور بقیہ اقوام عالم کو عجم یعنی ژولیدہ زبان (گونگے) کہتے تھے۔(۲)

عربوں کے اسلام کی روشنی سے منور ہونے سے قبل کے دور کو عہد جاہلیہ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا عہد جاہلیہ میں زبان و ادب ،اطلاعات کے حصول اور پھیلاؤ اور عرب قوم کی تربیت کے لئے تعلیمی ذرائع کی نوعیت ایک اہم تحقیقی پہلو ہے۔عربوں کے جاہلی دور سے ہرگز مراد یہ نہیں ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں وہ غفلت اور پستی کے شکار تھے جہاں ان کی ثقافت اور تہذیب وتمدن مختلف خرافات اور پیچیدگیوں سے مزین تھے، وہیں ان میں ثقافت وتہذیب کی اعلیٰ خصوصیات بھی پائی جاتی تھیں۔اخلاقی برائیوں کی بہتات، جوئے شراب کی فراوانی نے ان کی عقل وخرد پر پردے ڈال رکھے تھے تاہم قومی بالخصوص قبائلی غیرت ،اپنے عروج پر تھی (۲)۔عربوں کی علمی وتعلیمی صورتحال کے اہم مصادر یہ تھے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر،شعبۂ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی برقی پتا: asmatara@uok.edu.pk، asmat.ara161@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۲۳/۱۰/۲۰۱۴ء

تیز حافظہ

عربوں کے علمی و ابلاغی ارتقاء میں ان کے تیز حافظے کو بہت دخل ہے۔لکھنے پڑھنے کے ذرائع کی عدم موجودگی کے باوجود یہ صحرا نشین بدّو اپنی تاریخ اور نسلی تفاخر سے نا آشنا و غافل نہیں تھے۔وہ با آسانی جنگوں، لڑائیوں اور واقعات کو بالتفصیل اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتے تھے۔نہ صرف واقعات کی تفصیلات بل کہ اس موقع پر دیئے جانے والے خطبات، پڑھے جانے والے اشعار حتیٰ کہ جنگی میدانوں میں اترنے والے گھوڑوں کے نام بھی ان کی یادداشتوں میں محفوظ رہتے تھے۔حافظے اور یادداشت کی یہ تیزی قبائل کے عام و خاص، چھوٹے بڑے اور مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی ودیعت تھی (۳)۔عرب اپنے قبائلی ماضی پر بہت فخر کرتے تھے اس لئے اس سے جڑی جزئیات ان کو ازبر تھیں اور ان کو سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں میں منتقل کرنے کا خصوصی اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔

محمود شکری آلوسی نے فرانس کے وزیر تعلیم (Victor Duravy) کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ

"عربوں کے ہاں مترادف الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں۔شہد کے اسّی نام ہیں اژدھا کے دوسو، مصیبت کے لئے تقریباً چار ہزار نام ہیں اور اتنے ناموں کو یاد رکھنے کے لئے حافظے کا قوی ہونا ضروری ہے"۔(۴)

علم الانساب

عرب علم الانساب کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ہر قبیلے کے اپنے نسّاب ہوتے تھے جنہیں مختلف قبائل کے نسب نامے حفظ ہوتے تھے۔عہد جاہلی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ علم الانساب کے ماہر مانے جاتے تھے۔قبائلی تفاخر کا احساس عربوں کو اپنے آبا وٗاجداد کے ناموں اور کارناموں سے جوڑے رکھنے پر آمادہ رکھتا تھا۔

شاعری

دور جاہلی میں شاعری کی عربوں کی زندگی میں بہت اہمیت تھی، ہر قبیلے کا ایک شاعر یا کئی شعراء ہوتے تھے۔جو قبیلے کی تعریف میں قصائد کہتے اور اپنے کلام کے ذریعے قبیلے کے کارناموں پر فخر کے مواقع پیدا کرتے تھے۔شاعر کو اپنے طبقے اور قبیلے میں ایک مقدس مقام حاصل تھا کیونکہ وہ خدا کی طرف سے الہام یافتہ سمجھے جاتے تھے (۵)۔یہ شعراء اپنے قبیلے کی مختلف خوبیوں مثلاً بہادری، مہمان نوازی اور سخاوت کے مختلف واقعات کو بیان کر کے اپنے قبیلے کی بڑائی بیان کرتے اسی طرح شاعری میں دوسرے قبائل کی ہجو بھی کی جاتی تھی (۶)۔اپنے قبیلے کی تعریف و توصیف میں مبالغہ آرائی سے بلا تردّد کام لیا جاتا تھا۔

عہدِ جاہلیہ میں قبیلے اور بین القبائل دونوں سطحوں پر شاعری اور خطبات کے مقابلوں کا انعقاد کیا جاتا تھا اور ان کے ذریعے لوگوں کو متوجہ کرنا عام روش تھی جس میں دور دراز کے علاقوں سے آنے والے افراد بھی موجود ہوتے تھے (۷)۔یہ شعراء جنگی میدانوں میں بھی ساتھ جاتے اور اپنے کلام کے ذریعے اپنی فوج اور قبیلے کو جوش دلاتے۔شاعری کا یہ رجحان مردوں اور عورتوں میں یکساں تھا۔شاعری کے موضوعات میں خاصا تنوع پایا جاتا ہے یہ حسن و عشق کی خود ساختہ اور ناکام

داستانوں سے مزین ہوتی۔ کیرن آرمسٹرانگ لکھتی ہیں کہ "عرب شاعر وہ فرائض بجالاتے تھے جو ہمارے اپنے معاشرے میں ذمہ دار میڈیا انجام دے رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو معلومات بہم پہنچاتے اور دوسرے قبائل کے سامنے واقعات کی اس انداز سے منظر کشی کرتے کہ پروپیگنڈے کی جنگ میں اس کے طاقتور اثرات مرتب ہوتے"۔(۸)

شعراء کی اسی اہمیت کے بارے میں Muhammad I. Ayish لکھتے ہیں کہ

"قبائلی شعراء کو بحرانی صورتحال میں سیاسی پروپیگنڈے کی مشین سمجھا جاتا اور حالتِ امن میں سماجی سیاسی مرتبے کا نشان سمجھا جاتا تھا۔موجودہ دور کے ذرائع ابلاغ کے نمائندگان کی طرح قبیلے کے سردار اور ریاست کے رہنما شعراء اور خطباء کو حکم دیتے کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں اپنے قبیلے اور قومی مفادات کا دفاع کریں(۹)۔شاعر جو اپنے فن کے ماہر ہوتے تھے انھیں بہ طور ترجمان، رہنما، دانشمند افراد اور حتیٰ کہ ان کے طبقے کے تاریخ دان سمجھا جاتا تھا۔(۱۰)

عربوں میں شاعری کے ذوق وشوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک راوی ساتھ رہتا تھا اور یہ راوی اپنے استاد (شاعر) کے طریقے کا پیروکار ہوتا تھا اور اس کا کام شاعر کی شاعری کو عوام الناس میں پھیلانا تھا، گویا یہ راوی شاعر کے لیے بہ طور ذریعہ ابلاغ کام انجام دیتے تھے۔ راویوں کے متعلق اس بات کی بھی وضاحت موجود ہے کہ تمام بلند پایہ اور مشہور شعراء ایک زمانے تک راوی بن کر تربیت حاصل کرتے تھے۔ ابوداؤ دامرؤالقیس کا راوی تھا، زہیر اوس بن حجر کا اور اعشیٰ مسیّب بن عبس کا راوی تھا(۱۱)۔شاعری عربوں کی رگ وپے میں اس حد تک سرایت تھی کہ ان کے اونٹ بھی اس کے دلدادہ تھے اور حدی کی لے اونٹوں کو مسحور کرکے انہیں تیز رفتاری پر مجبور کردیتی تھی۔ (ایسے ہی ایک موقع پر رسول اللہؐ نے حدی خواں کو کہا''آہستہ آہستہ، کہیں یہ آبگینے ٹوٹ نہ جائیں''۔آبگینوں سے آپ کی مراد محمل میں سوار صنفِ نازک تھی۔مدیر)

خطابت

عربوں میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج نہیں پایا جاتا تھا لیکن عرب مافی الضمیر کو بیان کرنے میں قادرالکلام تھے۔ ان میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ جوشِ خطابت بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔شاعروں کی طرح خطیب بھی قبیلے میں قدر ومنزلت سے دیکھے جاتے کیوں کہ وہ اپنے جوش خطابت سے قبائلی عزت پر آنچ آنے نہیں دیتے تھے۔تقریر کرنے کے انداز میں یہ بھی صراحت ہے کہ عرب کسی بلند جگہ یا اپنی سواری پر کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر تقریر کرتے تھے تاکہ آواز دور تک جاسکے اور لوگوں کو اپنی شخصیت اور تقریر کے دوران اعضاء وجوارح کے اشاروں (Non-verbal Communication) سے متاثر کرسکیں۔

خطبے کے وقت لاٹھی ہاتھ میں رکھتے یعنی جس سے وہ ٹیک لگاتے مثلاً لکڑی، شاہی عصا وغیرہ، اس کے بغیر خطبہ دینے کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ زمین پر کمان ٹکا کر سہارا لیتے اور لاٹھی یا نیزے کے ذریعے اشارے کرنے کی روایت بھی پائی جاتی تھی۔ اسی طرح بعض عرب صلح کے موقعے پر دیئے جانے والے خطبے کے موقعے پر لاٹھی ہاتھ میں لیتے اور مصیبت، جنگ کے موقع پر کمان یا نیزہ پکڑتے(۱۲)۔ چھڑی، نیزہ، تلوار، سونٹا یا کمان ہاتھ میں رکھتے تھے۔ جس سے ٹیک لگاتے یا

حسب ضرورت اشارے کرتے تھے، مقرر کے لئے ضروری تھا کہ اس کی آواز گونج دار، انداز بیاں دلکش اور استدلالی ہو(۱۳)۔عرب خطیب خطبہ دیتے وقت عمامہ اور لباس میں ایک مخصوص لباس پہنتے تاکہ اس سے اس کی تعظیم ہو اور خطبہ دینے کی غرض اور مقصد کا حصول زیادہ ہو۔(۱۴)

خطابت عہد جاہلی میں لوگوں کو ہم خیال بنانے، دلائل سے خاموش کرانے اور اپنی دی ہوئی ترغیبات پر عمل کے لئے اکسانے کا موثر ہتھیار تھا۔عرب خطیب کی بلند آواز کو مستحسن سمجھتے تھے اس لئے وہ منہ (دھانے) کے بڑے ہونے کو پسند کرتے تھے(۱۵)۔قیس بن ساعدۃ الایادی نجران کا ایک پادری اور خطیب تھا۔اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتا تھا۔تلوار کا سہارا لینا اور خطبہ میں امابعد کہنا بھی اس کی ایجاد ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس کی تقریر سنی تو پسند فرمائی۔(۱۶)

معلقات (The Hangings)

عربوں میں اہم اعلانات، معاہدات یا سال کے بہترین شاعرانہ کلام کو خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکانے کا رواج پایا جاتا تھا تاکہ تمام لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں۔شاعری کے ان قصیدوں کو "معلقات" کہا جاتا تھا یعنی لٹکائے ہوئے قصیدے۔عربوں نے جاہلی دور کے سات بہترین قصیدوں کو چھانٹ کر انہیں سونے کے پانی سے قباطی (ایک قسم کا کپڑا) پر لکھوا کر خانہ کعبہ کے پردے سے لٹکا دیا تھا۔اس لئے انہیں" مذہبہ "یعنی سونے کے پانی سے لکھے ہوئے قصیدے کہا گیا۔یہ مذہبات سات ہیں(۱۷)۔انہیں سبع معلقات بھی کہا جاتا ہے۔(۱۸)

کاہنی

عربوں میں رائج علوم میں کاہنی بھی شامل تھی۔کاہن جنوں کے زیرِ اثر کام کرتے تھے۔کاہنوں یا غیب کی باتیں بتانے والوں کے متعلق کیرن آرمسٹرانگ کا کہنا ہے کہ

(انہیں) عرب میں انجیل مقدسہ کی چلتی پھرتی مافوق الفطرت شخصیات کا درجہ حاصل تھا۔انہیں مروجہ اصطلاح میں پیغمبر نہیں سمجھا جاتا تھا البتہ اگر کسی کا اونٹ کھو جاتا یا وہ اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا چاہتا تو کاہنوں کے ساتھ مشورہ کرتا تھا۔کاہن اپنی جہالت کو چھپانے کے لئے مبہم یا ذومعنی باتیں کرتے چنانچہ ان کی" فال اور استخاروں" کو عموماً ناقابل فہم باتوں یا بے ربط لفظوں میں بیان کر دیا جاتا۔"(۱۹)

سفر

ایک شہر سے دوسرے شہر ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے کا سفر وہ ذرائع تھے جن سے خبروں، کہانیوں اور کارناموں سے دوسروں کو آگاہ کیا جاتا تھا۔(۲۰)

میلے/بازار

عربوں میں سال بھر کئی میلے اور بازار لگتے جس سے نہ صرف ان کی تجارت کو فروغ ملتا بلکہ ان کا دوسرے قبائل اور

ممالک کے لوگوں سے رابطہ بھی بڑھتا۔ یہ میلے خبروں کے تبادلے کا ایک اہم ذریعہ تھے۔مشہور میلوں میں دومۃ الجندل، سوق ھجر، سوق عمان، سوق المشقر، سوق صحار، شحر، عدن ابیس، صنعاء کا بازار، حضرموت کا میلہ، ذوالمجاز، سوق مجنہ، سوق حباشہ اور سوق عکاظ شامل ہیں۔آپس میں روابط کے فروغ کے لئے اول الذکر تمام میلے اور بازار مددگار تھے لیکن ان تمام میں عکاظ کے میلے کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

عکاظ کا میلہ قدیم ترین میلہ تھا۔ یہاں ہر فصیح و بلیغ خطیب خطبہ دیا کرتا۔ان خطباء میں سے ایک قُسّ بن ساعدہ ایادی ہے، جس نے خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار ہو کر وہاں اپنا مشہور خطبہ دیا۔اس میلے کی مدت کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ عام طور پر ۱۵دن سے لے کر مہینے بھر میلہ لگتا تھا۔(۲۱)

عرب کی ان تجارتی منڈیوں میں مال تجارت ہی کا لین دین نہیں ہوتا بلکہ زبان و لغت، افکار وخیالات کا بھی تبادلہ ہوتا تھا۔ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی (1999) نے ان میلوں کو" انٹر عرب نمائش" کا نام دیا ہے۔آلوسی کے مطابق یہ شعراء وخطباء کے لئے بہ طور نشر گاہ کام کرتے تھے۔ان ہی میلوں میں سب سے بڑا محفل مشاعرہ منعقد ہوتا ہے۔(۲۲)

مجالس

تہذیب وتمدن کے اس ابتدائی دور میں جدید ذرائع ابلاغ کی عدم موجودگی میں بین الافرادی ابلاغ کی مختلف صورتوں پر مبنی مجالس بہ طور اہم ذریعۂ ابلاغ ثابت ہوتی تھیں۔ان اجتماعات کی نوعیت مختلف ہوتی تھی۔عام طور پر رات کو تمام کاموں سے فارغ ہو کر حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور حلقے کے درمیان میں کوئی بزرگ بیٹھتا تھا اور وہ زندگی کے عجیب و غریب حادثات کی روداد کھڑے ہو کر اس طرح سناتا گویا خطیب خطبہ دے رہا ہو۔

کچھ اجتماعات جنگی تدابیر و حکمت عملی وضع کرنے کی غرض سے مشورے کے حصول کے لئے منعقد کئے جاتے اور کبھی جھگڑوں کو نمٹانے کے لئے منعقد ہوتے۔ان اجتماعات میں سے دو اہمیت کے حامل ہیں۔

i۔ مسامرہ

محمود شکری آلوسی کے مطابق ان اجتماعات کا مقصد اُنس اور تفریح اور گذشتہ جنگوں اور واقعات کی یاد تازہ کرنا شعر سنانا وغیرہ تھا۔ان امور سے دل کو سکون نصیب ہوتا تھا۔مسامرہ کا لفظ" سمر" سے اخذ کردہ ہے جس کے معنٰی رات کے وقت گفتگو اور باتیں کرنا ہیں۔(۲۳)

ii۔ دارلندوہ

یہ قریش کے ایک اہم اجتماع کا مقام ہے۔نیک و بد، خیر وشر، کوئی معاملہ ہو قریش وہیں جمع ہوتے تھے۔ندوے کا ماخذ ندی ہے اور ندی مجمع قوم کو کہتے ہیں لہٰذا قوم کے دار الاجتماع کو ندوہ یا دار الندوہ کہتے ہیں۔(۲۴)

ان کے علاوہ محلوں میں امراء کے گھروں کے سامنے خاص بیٹھکیں بھی ہوتی تھیں جہاں ہر طرح کے معاملات پر

تبادلہ خیال کیا جاتا، مسائل پر غور وخوص کے علاوہ یہاں شعرو شاعری اور حسب نسب پر مناظرہ کرتے تھے۔(۲۵)

ایسے ہی ایک اجتماع کے متعلق ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ ثقفی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک علمی جلسہ منعقد کرتا جس میں نظمیں پڑھی جاتیں اور ان پر تنقید ہوتی اس واقعے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جاہلیت میں طائف والوں کا علمی ذوق بھی کتنا بلند تھا۔(۲۶)

درس وتدریس کا رجحان

عرب چوں کہ فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے لہٰذا وہ اپنے بچوں کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔زمانۂ جاہلیت میں عربی زبان میں لکھنے پڑھنے کی چیزوں کے لئے بڑی کثرت سے الفاظ ملتے ہیں چناں چہ صرف قرآن مجید میں حسب ذیل الفاظ کا ذکر ہے۔قرطاس (کاغذ)،قلم،ن (دوات)، مرقوم، مسطور، مسطر،مکتوب،تختہ (لکھنے کے معنی میں جو افعال پائے جاتے ہیں یہ ان کے صیغے ہیں) کاتب، مدار (سیاہی) اسفار، زبر کتب، صحف وغیرہ (۲۷)۔ یہ سب عہدِ جاہلی میں اپنے لغوی معنی کے ساتھ سمجھے جاتے تھے اس لئے قرآن میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

تاہم لکھنے پڑھنے کا رجحان نہ ہونے کے برابر تھا۔علم کی اہمیت کے پیش نظر مختلف جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والے حکام (منصف) عالم ہوتے تھے۔اسی طرح عہد جاہلی میں حکیمات العرب بھی پائی جاتی تھیں یہ ایسی عرب خواتین تھیں جو صاحب کمال، پوری معرفت رکھنے والی، سمجھ، اور تیز نظر رکھنے والی تھیں۔ان میں ایک خس کی بیٹی ہند بنت الخس الایادی تھی۔(۲۸)

عہد جاہلی کے علوم

عہد جاہلی میں لکھنے پڑھنے کے رجحان میں کمی تو تھی لیکن ضرورت کے علوم کا رواج موجود تھا مثلاً علمِ طب، علمِ نجوم، قیافہ شناسی، کہانت وغیرہ پر دسترس حاصل کی جاتی تھی۔

حصول علم کے حوالے سے ایک حیران کن نکتہ عہد جاہلیہ میں درس گاہوں کی موجودگی تھی۔جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ابن قتیبہ کی کتاب عیون الاخبار (جلد 4،ص 103) کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ

’’مکہ کے قریب رہنے والے قبیلہ ہذیل کی ضرب المثل فاحشہ عورت ظلمہ جب بچی تھی تو ایک مدرسہ جاتی تھی جہاں اس کا سب سے دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ کہ دواتوں میں قلم ڈالا ور نکال کر کھیلا کرے۔‘‘(۲۹)

عہد جاہلی میں تحریر کا رواج

دنیا میں اسلام کی آمد سے قبل پتھروں پر نوک دار آلوں کی مدد سے تحریر کا رواج تھا۔بعد میں قلم کے ذریعے تحریر کا آغاز ہوا۔عرب ابتداء میں کاجل سے روشنائی بناتے تھے۔جس میں گوند وغیرہ ملائی جاتی تھی۔جہاں تک لکھنے کی سطح کا تعلق ہے تو قبل از اسلام لوگ کھجور کے پتوں، شاخوں اور اس کے تنوں کی تختی پر لکھتے تھے، یا چمڑے (ایک سفید کپڑا) پر لکھتے تھے۔یہ

ریشمی سفید کپڑا تھا جسے پہلے پگھلے ہوئے گوند میں تر کر کے سخت کرلیا جاتا تھا پھر چکنا کیا جاتا تھا اسی طرح ''قرطاس'' یعنی ٹاٹ کی قسم کے موٹے کپڑے پر لکھتے تھے۔اسے بھی پہلے چکنا کر لیتے تھے تاہم تحریر کے لئے یہ کپڑے عرب سے باہر زیادہ مستعمل تھے۔وہاں میسّر ریشمی کپڑے اور ہڈیوں وغیرہ کو دینی کتب اور معاہدات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے(۳۰)۔عہد جاہلی میں کاغذ تو دستیاب نہ تھا لیکن ہر وہ چیز کاغذ تھی جس پر لکھا جاسکتا ہو مثلاً رِق اس پتلی جھلی کو کہتے ہیں جس پر اچھی لکھائی آتی ہو یہی ان کا کاغذ تھا۔(۳۱)

خط وکتابت

عربوں میں خط وکتابت کا کوئی بہت مستحکم نظام موجود نہ تھا تاہم ضرورتاً خطوط کی ترسیل عمل میں لائی جاتی۔خطوط کی ترسیل کے بجائے قابلِ بھروسہ قاصد بھیجے جاتے قاصد ان پیغامات کو دور دراز پہنچاتے اگر کوئی پیغام ایسا ہوتا جس کا مخفی رکھنا ضروری ہوتا تو وہ پیغام کو معمے (Puzzle) کی صورت میں ارسال کرتے(۳۲)۔عام طور پر خطوط دشمن کی سرگرمیوں کی جاسوسی سے آگاہ کرنے کے لیے لکھے جاتے تھے۔

ماحصل

متذکرہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اخلاقی گراوٹ اور جاہلیت کی پستی میں ہونے کے باوجود جزیرہ نما عرب میں قبل از اسلام کسی نہ کسی سطح پر درس وتدریس کا رجحان پایا جاتا تھا۔گردوپیش اور حالات وواقعات سے باخبر رہنے اور دوسروں کو باخبر رکھنے کا ایک غیر منظّم سہی لیکن نظام موجود تھا۔سینہ بہ سینہ تاریخ کی ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقلی کے اہتمام اور اس پر مستزاد عربوں کو ودیعت کردہ تیز حافظہ اہم ترسیلی ذرائع تھے۔ساتھ ہی شاعری،خطابت،معلقات، دور دراز کے سفر، باقاعدگی سے لگنے والے میلے اور بازار، علمی اور قبیلے کی سطح پر کیے جانے والے فیصلوں کے لیے منعقد کی جانے والی مجالس عہدِ جاہلیہ میں مستعمل ابلاغی ذرائع تھے۔جن کا استعمال عام تھا۔(۳۳)

مراجع وحواشی

(۱) مبارکپوری،مولانا صفی الرحمٰن ،الرحیق المختوم ،ص۲۳،المکتبۃ السلفیّۃ ،لاہور،مئی ۲۰۰۱ء۔
(۲) نعمانیؒ،علامہ شبلی ،سیرۃ النبیؐ،جلد اول،ص۶۴ ، دارالحدیث بیرون بوھڑ گیٹ ملتان،۲۰۰۲ء۔
(۳) آلوسی،محمود شکری،ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ، بلوغ الارب ،جلد دوئم ،ص ۷۱ ،لاہور،مرکزی اردو بورڈ، ۳۶ جی،گلبرگ ، ۱۹۶۷ء۔
(۴) آلوسی۔ج ۲،ص۷۱تا ۷۲
(۵) Culture and religion in pre.islamic Arabia, retrieved from https: //www.boundless.com/world-history/textbooks/boundless-world-history-i-ancient-1600-textbooks/middle-eastern-empires-late-classical-the-rise of islam-8/pre-islamic-arabia-42 /culture,10-05-14

(٦) ندوی، ڈاکٹر عبدالحلیم، تاریخ عربی ادب، ص۳۲، لاہور، پرنٹ لائن پبلشرز، لیک روڈ پرانی انارکلی، ۱۹۹۹ء۔

(۷) Ayish,Muhammad I.,(2003)Beyond western oriented communication theories a normatic Arab Islamic perspective,The public,Vol 10,p83

(۸) آرمسٹرنگ، کیرن، مترجم نعیم اللہ ملک، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، ص ۸٦، لاہور، بی پی ایچ پرنٹرز، ۲۰۱۲ء۔

(۹) Ayish,Muhammad I.,(2003)Beyond western oriented communication theories a normatic Arab Islamic perspective,The public,Vol 10,p87

(۱۰) Sahin,Nihal UHKU,(2013),Arabia in the Islamic period,retrived from www.LastProphet.info/arabia-in-the-pre-islamic-period,December17,2014

(۱۱) زیات، اُستاد احمد حسن، مترجم عبدالرحمٰن طاہر سُورتی، تاریخ ادبِ عربی، لاہور، ص ۱۰۵، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز و پبلشرز، ۴ جون ۱۹٦۱ء

(۱۲) آلوسی۔ ج ۴، ص ۱۳۷ تا ۱۳۸ (۱۳) ندوی۔ ص ۸۹ (۱۴) آلوسی۔ ج ۴، ص ۱۴۲ (۱۵) آلوسی۔ ج ۴، ص ۱۳۸

(۱٦) نیازی، ڈاکٹر لیاقت خان، اسلام کا قانونِ صحافت، ص ۱۱۷، لاہور، رانا سلطان محمود، معراج دین پرنٹر، ۱۹۹۵ء۔

(۱۷) ندوی۔ ص ۱٦۸

(۱۸) حمیداللہ، ڈاکٹر محمد، عہدِ نبویؐ کا نظامِ تعلیم، نقوش رسولؐ نمبر ج ۴، ص ۱۱۷، لاہور، ادارہ فروغِ اردو، محمد، جنوری ۱۹۸۳ء۔

(۱۹) آرمسٹرانگ۔ ص ۸٦

(۲۰) Bassiouri,M.Cherif,(n.d)IslamicCivilization,retrieved from,www.mei.edu/content/islamic.civilization,May10 ,2014

(۲۱) آلوسی۔ ج ۴، ص ص ۵٦۱ تا ۵۷۲ (۲۲) آلوسی۔ ج ۲، ص ص ٦۸ تا ۷۰ (۲۳) آلوسی۔ ج ۴، ص ص ۵۷۲ تا ۵۸٦

(۲۴) ابن سعد، محمد، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، طبقات ابن سعد، حصہ اول، ص ۹۵، کراچی، نفیس اکیڈمی، اسٹریچن روڈ، ۱۹۸۳ء۔

(۲۵) ندوی۔ ص ۷۰ (۲٦) حمیداللہ۔ ص ۱۱۷ (۲۷) ایضاً

(۲۸) آلوسی۔ ج ۲، ص ۷۷ تا ۱۴۴ (۲۹) حمیداللہ۔ ص ۱۱٦ تا ۱۱۷

(۳۰) قدسی، عبیداللہ، رحمۃ اللعالمین، ص ۳۴ اور ۳۹، کراچی، رشید اینڈ سنز، اردو بازار، جنوری ۱۹۷۹ء۔

(۳۱) آلوسی، ج ۴، ص ۵۴۸ (۳۲) آلوسی، ج ۴، ص ۵۳۷

(۳۳) منصوری، پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق، ''عرب تعقل و فلسفہ اور جدید مادیت''۔ مشمولہ: ششماہی ''مجلۂ تحقیق معاشرتی علوم''۔ ص: ۷۸۔۸۳، شمارہ ۲ (۲۰۰۲ء)، پاکستان مجلسِ تحقیق برائے معاشرتی علوم، جامعہ کراچی